# عصر حاضر میں انتہا پسندی کا رجحان اور اسکا خاتمہ سیرت طیبہ ﷺ کے آئینہ میں

ڈاکٹر عبدالرزاق گھانگھرو

عصر حاضر میں انتہا پسندی کا رجحان نہ صرف مسلم امۃ کی موجودہ حالات کے پیش نظر ایک نہایت اہم مسئلے کی صورت اختیار کر چکا ہے، بلکہ اس کا خاتمہ عصر حاضر کی اہم ضرورت اور دینی فریضہ بھی بن چکا ہے۔

انتہا پسندی ایک ایسی غلیظ حرکت ہے، جس سے ایک صحممتد معاشرے کی مسلمہ روایات کو ایسا شدید نقصان پہنچتا ہے، جس کی تلافی بغیر اس کے خاتمے کے ممکن نہیں، یہ ایسا رجحان ہے، جس سے انسانی ذہن تبدیل ہو جاتے ہیں، نگاہ کا زاویہ بدل جاتا ہے، عادات واطوار، حقوق وفرائض کی قسمیں، خیر وشر کے معیارات، حلال وحرام کے پیمانے، اخلاقی قدریں، دستور وقانون غرض کہ تہذیب وتمدن کا ایک ایک ادارہ وشعبہ ایسا پلٹ جلتا ہے کہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک شر وفتن کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، اس قسم کے لوگ جذبات میں آکر حقیقت پسندانہ عقلی سوچ کو چھوڑ کر، اپنے جائز وناجائز مطالبات وحقوق کے حاصلات کے لئے ایک بھیانک وغیر فطری منفی انداز اختیار کرتے ہیں، جس سے وہ مسائل وحقوق حل ہونے کے بجاء مزید الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں، یہ ذہنی خلفشار انہیں قومی یکجہتی اور اجتماعی سوچ سے محروم بنا دیتا ہے، اس طرح وہ نہ صرف اپنی ذات کے لئے خطرہ ہوتے ہیں بلکہ پورے معاشرے کو مستقل بڑے خطرت میں گھیر لیتے ہیں اور

---

پروفیسر (اسلامک اسٹڈیز) مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ جام شورو، سندھ

ان کی بدنامی کا باعث بھی بنتے ہیں۔

انگریزی زبان میں انتہا پسندی کے لئے Extremism کا لفظ استعمال ہوتا ہے، Extreme سے لیا گیا ہے، امپیریل ڈکشنری میں اس کے لفظی معنیٰ آخری کنارا یا آخری حد لکھی گئی ہے۔(۱) دی آکسفورڈ ڈکشنری میں اس کی معنیٰ غیر معمولی، منفرد، نامناسب اور غیر متوازن بتائے گئے ہیں۔(۲) ان معنیٰ کی روشنی میں ہر غیر معمولی، منفرد، نامناسب اور غیر متوازن سوچ اور عمل انتہا پسندی کے زمرے میں آتا ہے، چاہے وہ کام اور سوچ سماجی، مذہبی، معاشرتی اور ثقافتی مفادات کے حصول کے لئے ہو، اس مطلب اور مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے ایک اور لغت میں اس کی لغوی میں معنیٰ اس طرح بیان کی گئی ہے، سیاسی، سماجی، ثقافتی تبدیلی کے لئے سخت اور ناقابل یقین اقدام اٹھانا انتہائی پسندی ہے۔(۳) اس سلسلے میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ انتہا پسندانہ صورت حال اور رویہ نہایت سخت اور عام معمول کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔(۴)

سماجی علوم کے ماہرین کے مطابقت معاشرے میں انفرادی واجتماعی طور پر انتہا پسندی کے رجحانات تب جنم لیتے ہیں، جب معاشرے میں انسانی حقوق کی ......، سیاسی ومعاشی استحصال، مذہبی ولسانی برتری سیاسی تشدد اور سماجی ناانصافی جیسی غیر اخلاقی اور غیر فطری روایات عام ہونا شروع ہو جاتی ہیں، اس پس منظر میں سماجیات کی مشہور کتاب Introduction to Sociology میں انتہا پسندی کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے "جب سماجی اخلاقیات کے اصول واقدار اجتماعی بھلائی سے تبدیل ہو کر فرد یا کسی گروہ کے مادی نفع اور خود مطلبی کے دائرے تک محدود ہو جاتے ہیں، اس وقت روایتی سماجی بناوٹ میں دراڑیں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں، اجتماعی سوچ اور قومی یکجہتی کا رفتہ رفتہ خاتمہ ہونا شروع ہو جاتا ہے، اعلیٰ اقدار کے مقابلے میں مادی وذاتی مفادات عزیز بن جاتے ہیں، ایسے ماحول میں کچھ لوگ انفرادی اور کچھ گروہ اپنے طور پر ردعمل کی نفسیات کا شکار ہو کر ایسے غیر متوقع اقدام اٹھاتے ہیں، جس سے مخالف شخص یا گروہ کو جانی ومالی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔(۵) دوسرے الفاظ میں معاشرے کے اندر جب انفرادی یا اجتماعی طور پر ذاتی اور گروہی مفادات کے لئے، کسی فریق ثانی کے حقوق کی پامالی اس حد کو پہنچ جائے کہ اس کو اس کے

سدباب کی کوئی شکل نظر نہ آئے، اور پہلا فریق اپنی طاقت کے بل بوتے پر دوغلی پالیسی اختیار کرے، اور اپنی مرضی، منشا اور مفادات کے بنیاد پر اپنی زیادتی کو جائز قرار دینا شروع کرے، تو فریق ثانی کے اندر مایوسی کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے، یہ مایوسی جب آخری حد تک پہنچتی ہے، تو انتہا پسندی کا روپ اختیار کرتی ہے۔(۶)

اسلامی نقطہ نگاہ سے انتہا پسندی انسانی فطرت کے عین منافی ہے، اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے خالق و مالک ہے، وہ مہربان، معاف کرنے والا اور بردبار ہے، یہی صفات اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر تحلیل کی ہیں، چونکہ انسان کو اختیار بھی دیا گیا ہے، تاکہ اس کو آزمایا جائے، اس اختیار کی بنا پر انسان فطرتی طور پر وہ کام کرتا ہے جو اسے خوشی پہنچاتے ہیں، اس لحاظ سے انسان کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ مندرجہ بالا صفات کی روشنی میں زندگی بسر کرے، یعنی رحیم، کریم اور بردبار بن کر یا ان کے برعکس ظالم، انتہا پسند یا متشدد بن کر۔

انتہا پسندی دراصل ایک ایسا غلط خیال ہے، جس کی وجہ سے ایک انسان یا گروہ اپنی راء کو ایسا مقدس اور صحیح سمجھتا ہے، جس طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سمجھتا ہے، یعنی ایک انسان انتہا پسند تب بنتا ہے، جب وہ نفسیاتی طور پر اس وہم وگمان میں مبتلا ہو جائے کہ صرف اس کی راء ہی صحیح ہے، اس لئے دوسرے لوگوں کے لئے ضروری ہے صرف اس کی ہی راء کو مقدس اور حق تسلیم کریں، ایک مرتبہ یہ وہم وگمان جب کسی انسان کے ذہن میں پختہ ہو جاتا ہے، تو وہ انسان ہر اختلاف رکھنے والے کو غلط اور ناقابل برداشت سمجھنے لگتا ہے، بلکہ یہاں تک اس کی سوچ پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنے ہر مخالف راء رکھنے والے فرد یا گروہ کو گمراہ سمجھنے لگتا ہے اور اس کے لئے کفر کی فتوی لگانے سے بھی گریز نہیں کرتا، بعض مرتبہ ایسی نفسیات میں مبتلا فرد اپنی راء کو تسلیم کرنے کے لئے جلد بازی سے کام لیتا ہے اور مخالف فریق کے خلاف مسلح اور متشدد کاروائی کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، اور ساتھ ساتھ اپنی کارروائی کو جائز حق بھی سمجھنے لگتا ہے، یہ وہ نقطہ ہے جہاں سے معاشرہ انارکی اور لاقانونیت کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے، اس نقطہ نظر کی روشنی میں اپنے ہر جائز و ناجائز مقصد کے لئے پرتشدد دلداہ اختیار کرنا انتہائی پسندی ہے۔(۷)

تاریخی لحاظ سے ہر دور اور زمانے میں انتہا پسندی کے عوامل حالات کے اعتبار سے مختلف رہے ہیں، اس لئے اس کی شکلیں بھی مختلف رہی ہیں، چونکہ انتہا پسندی ہر قسم کی ناانصافی کا ردعمل ہے، اس لئے اس ردعمل کے شکار افراد یا گروہ قانونی و اخلاقی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں، ماہرین نفسیات کے مطابق اس قسم کے فرد اور گروہ سماجی اور اجتماعی زندگی میں اپنے کو الگ سمجھنے لگتے ہیں اور یہ تصور کر لیتے ہیں کہ سماج میں ان کی کوئی حیثیت نہیں، یہ لوگ اپنے آپ کو کنٹرول میں بھی نہیں رکھ سکتے اور اس حد تک بری سوچ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کو غلط عمل کرتے ہوئے شرمندگی بھی محسوس نہیں ہوتی، ان کا سینہ بھی حسد کا کارخانہ بن جاتا ہے۔(۸)

عصر حاضر میں عالمی طور پر مسلم امہ کو جن مشکلات و مسائل کا سامنا ہے، اور نفسیاتی طور پر جو حالات ابھر کر سامنے آرہے ہیں، اس سے مسلم معاشرے سے منسلک کچھ افراد مایوسی کی اس حد کو پہنچ رہے ہیں جس سے انتہا پسندانہ رجحانات کو فروغ ملنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے، حالانکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے مایوسی کفر ہے، اس کے علاوہ عصر حاضر میں ایک نئی طاقت ظہور میں آئی ہے، جس کو میڈیا کہا جاتا ہے، بدقسمتی سے آج کی پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا دونوں یکسر غالب قوموں کے ہاتھ میں ہیں میڈیا کسی مسلمان فرد اور گروہ کے انفرادی رویئے کو اسلام کے رویئے کے طور پر پیش کر رہا ہے، جب کہ حقیقت میں اسلام کسی مسلمان یا مسلم گروہ کے انفرادی رویئے کا نام نہیں ہے، اس اصولی حقیقت کے برعکس میڈیا کے ذریعے چند مسلم افراد اور گروہوں کی مایوسانہ، نامناسب اور انتہا پسندانہ سوچ کو تمام مسلم امہ اور اسلام کی سوچ کے طور پر گویا اس طرح پیش کیا جارہا ہے کہ جیسے واقعی پوری مسلم امہ اور ان کا مذہب اسلام ایک انتہا پسندانہ، وحشیانہ اور متشدد مذہب ہے، بدقسمتی سے یہ پروپیگنڈہ ایسے منظم اور مربوط ڈھنگ سے کیا جارہا ہے کہ مغربی دنیا کے سلیم الطبع افراد بھی اس جارحانہ پروپیگنڈہ کا شکار ہو رہے ہیں اور وہ بھی اسلام اور مسلم کو انتہا پسند کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔

درحقیقت یہ پروپیگنڈہ اسلام کے منصفانہ مطالعہ نہ ہونے کی وجہ سے اپنا اثر دکھلا رہا ہے،

اسلام کے متعلق اس غلط فہمی اور غلط بیانی کے ازالے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے عمل کو اسلام سے جانچا جائے، لیکن بدقسمتی سے ان کے برعکس اسلام کو مسلمانوں کے عمل سے دیکھا جاتا ہے، یہ سراسر غیر منصفانہ رویہ اور سوچ ہے، دنیا میں کہیں بھی کوئی مسلمان انفرادی یا کوئی گروہ اپنے طور پر انتہا پسندی کی روش اختیار کیا ہوا ہے، تو اس کا ذمہ دار وہ شخص یا گروہ ہے، کسی بھی طرح تمام مسلمان اور اسلام اس کا ذمہ دار نہیں بن سکتا، بلکہ اسلام کو اس سے کوئی تعلق نہیں، کہیں مسلمان یا گروہ کا اسلامی تعلیمات سے انحراف اس بات کی دلیل نہیں کہ اسلام کے متعلق یکطرفہ راء اپنا لی جائے۔

اس یکطرفہ صورتحال نے مسلم امہ کے ذی شعور طبقہ کو ایک عجیب وغریب قسم کی فکری دلدل میں مبتلا کر دیا ہے، پوری مسلم امہ کو اس فکری اور ذہنی دلدل سے نکالنے کے لئے جرأت مندانہ اقدام کی جتنی ضرورت آج سامنے آرہی ہے، شاید ماضی میں پیش آئی ہو، اس لحاظ سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسلمان کو عصر حاضر میں ماضی کے بہ نسبت فکری اور عملی رہنمائی کی جتنی ضرورت محسوس آج ہورہی ہے، اتنی شاید کبھی نہیں رہی۔

آج کل مسلم امہ دوطرفی حملے سے دوچار ہے، ایک طرف وہ طاقتیں ہیں جو سیاسی ومعاشی برتری کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں اسلام کی غلط تعبیر کی تشہیر پر خرچ کررہی ہیں، اور دوسری طرف وہ عناصر ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی، اپنی ناعلمی کی وجہ سے جذبات کا شکار ہوکر اسلام کی سچائی کو دنیا کے لوگوں کی نظروں میں مشتبہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اور اپنی انتہا پسندانہ منافقانہ ذہانت سے الٹے پہلو نکال رہے ہیں، جس کے تجزیے سے عام آدمی قاصر ہے، یہ صورتحال ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مسلمان اور اسلام کے مصائب میں روز بروز اضافے کا سبب بن رہی ہے۔

ایک اٹل حقیت ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا، نہ ہی انکار کرتا ہے، کہ اسلام دنیا کے اعلیٰ ترین مذاہب میں سے ہے، بلا مبالغہ ہر ایک فلسفی، ماہر مذہبیات اور مؤرخ اس حقیقت کا قائل ہے، کوئی انسائیکلوپیڈیا، کوئی تاریخ عالم یا تاریخ مذاہب عالم اٹھا کر دیکھ لیجئے، اس میں آپ

کو یہ امر تسلیم شدہ ملے گا کہ اسلام دنیا کا عظیم ترین مذہب ہے، اس تمام تر حقائق کے باوجود وہ کیا اسباب ہیں، جن کی وجہ سے آج مسلم امہ اس دلدل سے نکلنے کے بجائے روز بروز جکڑتی جارہی ہے اسلام تو ایک کامل اور اکمل دین ہے اسکی تعلیمات کا مرکز ومنبع قرآن پاک اور تعلیمات نبوی ﷺ ہے، دوسرے الفاظ میں اسلام پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے نمونہ حیات کا نام ہے، آپ صرف ایک مصلح اور معلم اخلاق ہی نہیں تھے، جس کا منتہائے نظر کچھ معاشرتی خرابیوں کو دور کرنا اور وقت کے اجتماعی نظام اور سیاسی ہیئت حاکم سے براہِ راست تصادم کا خطرہ مول لئے بغیر اقدار کی بحالی ہوتا ہے، آپ محض مفکر نہیں تھے، جس کا کام فکری انجمن میں کوئی عقلی شمع روشن کرنا ہو اور بس، آپ ﷺ کی نبوت حیات انسانی کے تمام گوشوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، آپ ﷺ کا دائرہ عمل انسانی فلاح کے تمام دائروں پر محیط ہے، آپ ﷺ کی دعوت کا ہدف صرف مذہبی واخلاقی ہی نہیں بلکہ تمدنی وسیاسی بھی تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام معاشرے کے کسی ایک جز و یا معاشرت کے کسی ایک یا چند پہلوؤں اور بہتری کے لئے ہی نہ تھا بلکہ آپ ﷺ کا نصب العین اور مشن انسان کو اس کے اجتماعی نظام وتمدن سے الگ کر کے محض ایک فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ انسانی نظامِ اجتماعی کا ایک ایک پرزہ دے کر سارے نظام اجتماعی کو تبدیل کرنے اور دین الٰہی کے تابع کرنے کی سعی وکوشش تھا، اور وہ بلاشبہ اپنے مشن میں کامیاب رہے۔

تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی اخلاقی زندگی اور اسلام کے ضابطۂ اخلاق نے بنی نوع انسان پر جس قدر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں، اسی قدر گہرے اثرات تاریخ میں کسی فلسفی، کسی نظام اور کسی شخصیت نے مرتب نہیں کئے اور یہ بات بلاخوف وتردد کہی جاسکتی ہے کہ آج بھی ہر مادی اور معنوی زوال کے باوجود اگر مسلمان اپنی قوۃ ایمانی کو مستحکم کر کے اور تعلیمات نبوی ﷺ کا منصفانہ مطالعہ سے، محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق کو از سر نو استوار کر کے رزمگاہ حیات میں جادہ پیما ہوں تو یقیناً موجودہ پستی سے نکل کر ان اعلیٰ بلندیوں کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں، جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوۂ حسنہ کی اتباع سے حاصل ہوئی تھیں۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں مسلم امہ کی موجودہ صورت حال میں نجات کا واحد حل حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں ہی مضمر ہے نہ کہ انتہا پسندانہ سوچ میں، آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر واضح اور صاف الفاظ میں اعلان کیا فرمایا تھا کہ ''میں دو چیزیں آپ کیلئے چھوڑ کر جا تا ہوں، ایک قرآن اور دوسری اپنی اسوۂ حسنہ اگر تم ان کا اتباع کرو گے تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے''۔(۹) قرآن اور حدیث تو ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے ہر وقت موجود ہے۔

مشہور اسکالر سید سلمان ندوی نے ''خطبات مدارس'' میں صاف طور پر علمی و عقلی دلائل سے وضاحت کی ہے کہ ''انسانی تاریخ میں حضرت محمد ﷺ کے سوا کوئی شخصیت موجود نہیں، جن کی زندگی کا ہر لمحہ محفوظ ہو، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے ہر وقت رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے''۔(۱۰) اس لئے ہمارے لئے تعلیمات نبوی کی روشنی میں ہی اپنے تمام مسائل و حالات کا حل ڈھونڈنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی دعوت شروع کی اس وقت کی صورتحال سے ہر ذی شعور بخوبی واقف ہے کہ کس طرح کے کٹھن حالات میں آپ ﷺ نے اپنا مشن شروع کیا کیا حربے اور ہتھکنڈے آپ ﷺ کی دعوت کو روکنے کے لئے بروئے کار نہیں لائے گئے، ان نا مساعد حالات میں بھی آپ ﷺ اپنی دعوتی زندگی میں یکے بعد دیگر مختلف مراحل سے گذر کر کامیابی سے ہمکنار ہوئے، اس کامیابی کا حصول خارق عادت یا معجزات پر نہیں تھا، بلکہ یہ کامیابی خالص طبیعی طریقے سے حاصل ہوئی۔(۱۱) آپ ﷺ اسلام مخالف قوتوں کے ظلم و جبر سے تنگ آ کر کوئی انتہا پسندانہ اقدام اٹھاتے تو یقیناً آپ ﷺ کامیابی کے اس معراج کو حاصل نہ کرتے جو آپ ﷺ نے حاصل کیا۔

آپ ﷺ تمام تر مخالفتوں کے باوجود، حکمت و بصیرت سے اعتدال کے راہ اختیار فرماتے رہے، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

**ماخیر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابین امعرین الأخو ایسرھا (۱۲)**

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں ایک کا انتخاب کرنا ہوتا تو ہمیشہ آسان

معاملے کو اختیار فرماتے۔

قرآنی حکم ما اتکم الرسول فخذوہ من و ما نھکم عنه فانتھوا ۔(۱۳) کی تعمیل کرتے ہوئے ہمیں بھی جو معاملات پیش آرہے ہوں، انفرادی ہوں خواہ اجتماعی، تمام صورتوں میں ہمیشہ آسان پہلو کا انتخاب کرنا چاہئے، جب ایک طریقہ پرامن جدوجہد کا ہے اور دوسرا ٹکراؤ کا، ایک نزاع کا ہے دوسرا موافقت کا، ایک تشدد کا دوسرا صلح کا، تو ہمیں ہر صورت میں وہ طریقہ اختیار کرنا چاہئے، جو نسبتاً سہل اور آسان ہو، تعلیمات نبوی کے مطالعے سے یہ بالکل صاف طور پر معلوم ہوتا ہے، آپ ﷺ کا ہر عمل ہمیشہ معتدل ہوتا تھا۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: من عال من اقتصد ''جس نے میانہ روی اختیار کی وہ کامیاب رہا''۔ دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ما احسن القصد فی الغنیٰ ما احسن القصد فی الفقر ما احسن القصد فی العبادہ ۔ (۱۴) ''کیا ہی اچھی ہے میانہ روی عبادت میں کیا ہی اچھی ہے میانہ روی غنٰی میں اور کیا ہی اچھی میانہ روی مفلسی میں''۔

لسان العرب میں قصد کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ وہ درمیانی عمل جس میں نہ افراط ہو اور نہ ہی تفریط (۱۵) مگر افسوس کہ ہم اس سنت کو چھوٹے اور معمولی امور میں تو اختیار کرتے ہیں، لیکن بڑے امور میں تامل سے کام لیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی مکی زندگی میں کعبۃ اللہ میں 360 بت سجائے گئے تھے، اگر آپ ﷺ کعبۃ اللہ کے بتوں سے تطہیر کی مہم چلاتے اور اس لئے کسی بھی اپنے جانثار ساتھیوں کو اشارہ کرتے تو یقیناً اپنی جان پر کھیل کر، آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کو اپنی سعادت سمجھتا، لیکن آپ ﷺ نے اس رویئے کو کبھی بھی اختیار نہیں فرمایا، آپ ﷺ تو اپنی دعوت سے لوگوں کے دل و دماغ کے بدلنے کی جدوجہد کرتے رہے، اور جب وہ وقت آیا تو نہ صرف کعبۃ اللہ بتوں سے پاک ہو گیا، بلکہ اس وقت کی اکثریت کے ذہن بتوں کی پرستش سے پاک ہو گئے۔(۱۶)

مکی زندگی میں آپ ﷺ کی مخالف قوتیں اپنے تمام حربے استعمال کر چکیں، لیکن آپ ﷺ کی دعوت کا اثر دن بہ دن بڑھتا گیا، تو انہوں نے مایوس ہو کر، آپ ﷺ کے ختم کرنے کا مشورہ کیا اس

وقت ایک صورت یہ بھی ہوسکتی تھی کہ آپ ﷺ اپنے دفاع کے لئے مسلمانوں کو متحدہ کر کے ان سے لڑتے، مگر آپ ﷺ نے ان سے الجھنا، اپنی مشن کے لئے رکاوٹ تصور کیا، اس لئے الجھنے کے بجائے ہجرت کو اختیار کیا، اور تاریخ گاہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے شعور سے وقت اور حالات کا ادارک کرتے ہوئے، جو یہ فیصلہ کیا، اس سے آپ ﷺ کی تحریک کو پروان چڑھانے کے بہترین مواقع میسر آئے، اسلام فطرتی لحاظ سے دعوتی مذہب ہے، اور دعوتی کام صرف پرامن حالات میں انجام دیا جاسکتا ہے، اس لئے آپ ﷺ اپنی پوری حیات طیبہ میں اپنے قول وفعل سے ہر وقت، ہر قیمت پر الجھنے سے بچنے کی حتی المقدور کوشش فرماتے رہے، مدینہ منورہ پہنچ کر بھی آپ ﷺ اس فطرتی اصول کے تحت وہاں کے یہودیوں کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا، جو اسلامی تاریخ کا ایک درخشاں دستاویز ہے، اور ''میثاق مدینہ'' کے نام سے موسوم ہے۔(۱۷) اس معاہدے کی وجہ سے نہ صرف آپ ﷺ نے اپنے آپ کو بلکہ اپنے جانثار ساتھیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی نامساعد صورتحال سے محفوظ بنادیا اور پرامن حالات کے سبب اپنی دعوت کو احسن طریقے سے مؤثر انداز میں جاری بھی رکھ سکے، صرف یہاں تک نہیں، بلکہ صلح کی پالیسی کو جاری رکھتے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال تک یہودیوں کے قبلہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرتے رہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر جب قبائل نے قریش مکہ کے ساتھ، بارہ ہزار کی تعداد میں مسلح ہو کر، مدینہ منورہ کی طرف پیش قدمی کی اس وقت آپ ﷺ کو مقابلہ کی صورت میں اپنے بہت بڑے نقصان کا اندیشہ محسوس ہوا، اس لئے حضرت سلمان فارسی کے مشورہ کو قبول کیا اور خندق کھود کر براہ راست مسلح ٹکراؤ سے بچنے کی تدبیر اختیار کر کے اعلیٰ بصیرت کا ثبوت مہیا کیا، اس محاصرے کے دوران، جب بھی آپ ﷺ نے قریش کی خبر لینے کے لئے کسی جانثار صحابی کو بھیجا، تو اس کو اور باتوں کے علاوہ اس بات کی خاص تاکید فرمائی تھی کہ خبر گیری کے دوران ایسی ہر اس حرکت سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا، جس سے مخالف گروہ میں اشتعال کے بڑھنے کا کوئی موقع میسر آنے کا اندیشہ پیدا ہونے کا امکان ہو۔(۱۸)

صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ کا تابندہ باب ہے، جن حالات میں یہ صلح ہوا اس دوران قریش

کی طرف سے جس قدر ناپسندیدہ اور نا قابل برداشت رویے کا اظہار کیا گیا، کتب سیرت آج اس کی گواہی کے لئے پیش کئے جاسکتے ہیں، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صبر، استقلال اور برداشت کا مظاہرہ فرمایا، تاریخ انسانی اس قسم کے مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، ظاہر میں اس وقت نہ نتیجہ اخذ کیا گیا، یہ آپ ﷺ کی کھلی ناکامی کے مترادف ہے، لیکن بعد میں رہتی دنیا نے دیکھ لیا کہ کون ہارا اور کس کی جیت ہوئی، قرآن میں مسلمانوں کو فی دین اللہ افواجاً کی نوید سنائی گئی اور معاہدہ جسے شکست سمجھا جارہا تھا، خالقِ کائنات نے اس کو ''فتح مبین'' قرار دیا۔

(۱۹) یہی معاہدہ فتح مکہ کا سبب بنا، اس موقع پر بھی محسنِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جذباتی رویے کے بجائے فراخدلی، درگذر، صلح و آشتی، عفو و رحمت کا مظاہرہ اپنے شایانِ شان فرمایا، جس پر بلاشبہ آج تک مسلم امہ فخر کا برملا اظہار کرتی آرہی ہے۔(۲۰)

اس قسم کے سینکڑوں واقعات کتب سیرت و حدیث میں موجود ہے، جنکی روشنی میں مسلم امہ کا ہر فرد انفرادی اور اجتماعی طور پر رہنمائی حاصل کرسکتا ہے، لیکن افسوس اس بات کا ہے، ہم مسلمان ہونے کے ناطے، حضور ﷺ کے اتباع میں کامیابی کے دعوے کے باوجود آپ ﷺ کی تعلیمات سے اتنا دور نکل چکے ہیں کہ ان کی تعلیمات پر عمل کرنا حقیقی معنوں میں نتیجہ خیز نظر نہیں آتا، اسکا بنیادی سبب تعلیمات نبوی ﷺ کے منصفانہ مطالعہ سے محرومی ہے، انفرادی زندگی میں تو ہم اسوۂ حسنہ کو اختیار کرتے ہیں، لیکن اجتماعی مسائل میں اسے اختیار کرنے سے اپنی ذلت محسوس کرتے ہیں، یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جب وحی الٰہی کو اپنا رہبر و رہنما ماننے والے مسلمان تعلیمات نبوی ﷺ سے بے نیاز ہوگی، غیر اسلامی قوموں کی طرح عقل کو پیشوا بنا کر ان کی روشنی میں انفرادی اجتماعی اور معاشرتی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ عقل ۱۴ اس کو حیوانیت کے آخری منزل تک ایسا پہنچا دیتا ہے اور تباہی کے دہانے پر ایسا لا کر کھڑا کردیتا ہے کہ اسے اپنی تباہی کے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، ان عوامل کی وجہ سے مسلم معاشرہ زوال پذیر ہے، پستی کے اس صورت حال نے باہمی اخوت و الفت اور فضائل اخلاق سے کوسوں دور کردیا ہے، اغیار اس زبوں حالی کا مضحکہ اڑانے لگے ہیں۔

اس کا قدرتی اثر یہ ہو رہا ہے کہ امت مسلمہ کی نئی نسل اسلام کے ابدی پیغام سے بے بہرہ ہو کر ردعمل کی نفسیات کا شکار ہو چکی ہے، ردعمل کی نفسیات میں مبتلا انسان، مخالفانہ کارروائی کر کے معاملے کو مزید بگاڑ دیتا ہے، اور وہ یقینی طور پر اس کو اپنے حق میں استعمال نہیں کر سکتا، اس کے مقابلے میں ایمان والا، جو تعلیمات نبوی ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، وہ جب اپنے خلاف کوئی صورتحال دیکھتا، تو ٹھنڈے دل سے سوچ کر کارروائی کرتا ہے اور فریق ثانی کے اندر خطا کے احساس کو جگانے کی کوشش کرتا ہے، فریق ثانی کے اندر چھپی ہوئی فطرت کو جگانا سب سے بڑی کامیابی ہے، یہ کام وہ آدمی کر سکتا ہے، جو ردعمل کی نفسیات سے مکمل طور پر خالی ہو اور یہ ہی تعلیمات نبوی ﷺ کا نچوڑ ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ انتہا پسندانہ رویہ غیر فطری غیر اسلامی اور غیر اخلاقی فعل ہے، کسی بھی صورت میں مسلم امہ اور اسلام کے لئے مفید نہیں، اسلامی تعلیمات کے عین منافی ہے اور اسلام اور تعلیمات نبوی ﷺ کے لئے بالکل اجنبی ہے، انتہاء پسند آدمی تشدد کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب کہ اسلام کا مقصد دل و دماغ کو بدلنا ہے، دل و دماغ تشدد سے نہیں بدلتے، دل و دماغ کے بدلنے کا کام ناصحانہ طریقہ سے کیا جا سکتا ہے، نہ کہ انتہا پسندانہ رویوں سے، اس لئے عصر حاضر میں انتہا پسندی کی آڑ میں تشدد کے روز افزاں لوز رجحانات کے پس پردہ، جو عوامل کارفرما ہیں، ان کی نشاندہی کرنے اور خطرات سے عالم اسلام خصوصاً وطنِ عزیز کے باشعور عوام کو خبردار اور متنبہ کرنے کی ذمے داری اہل علم و دانش پر عائد ہوتی ہے، اور یہ عصر حاضر کا اہم تقاضا ہے۔

# حواشی وحوالہ جات


1. John ogilvie, LL.D "The imperial dictionary, the Gresham publishing company, 1906, P-232
2. J.A. Simpson and E.S.C. Weiner "The Oxford English dictionary, Clarendon Press, 1989, P-619
3. Harper Collins, "B.B.C Dictionary, Collins, Publishes Ltd, 1993, P-390
4. ibid
5. Mavis Hiltunen Biesanz & john Biesonz"Introduction to Sociology (3rd ed), Prentice Inc, Englewood Cliffs, New Jersy, 1978, P-145-46
6. Ibide

۷۔ جبکائی لعل بخش/ساجیات جو تعارف/ پاکستان اسٹڈی سینٹر سندھ یونیورسٹی جام شورو، سندھ، ۱۹۹۳ء، ص ۴۵، ۴۰

۸۔ ایضاً

9. Akhter Hussain "The Message of Muhammad (SAS) Islamic foundation 1980, P-198

۱۰۔ سیّد سلیمان ندوی/خطبات مدراس (سندھی ترجمہ) / دعوہ اکیڈمی اسلام آباد/ص ۶۵۔۵۰

۱۱۔ مارٹن لنکسن / حیاۃ سرور کائنات ﷺ/ مترجم: سید معین الدین احمد قادری/ الفصیل غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۴ء/ص ۴۲۔۴۰

۱۲۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری/ ج ۶، ص ۶۵۴

۱۳۔ سورۃ الحشر: آیت
۱۴۔ فتح الباری/ ج ۶،ص ۶۵۷
۱۵۔ لسان العرب/ ج ۳،ص ۳۵۴
۱۶۔ قاضی محمد سلمان منصور پوری/ رحمۃ اللعالمین ﷺ/ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور/ص ۱۱۸
۱۷۔ محمد طفیل/ نقوش رسول ﷺ نمبر/ ادارۂ فروغ اسلام لاہور، ۱۹۸۴ء/ ج ۷،ص ۵۴۱
۱۸۔ مارٹن لنگس/ص ۵۷۱
۱۹۔ پروفیسر راشدہ شعیب/ اسلامی نظامِ حکومت/ بک پروموٹرز اسلام آباد، ۱۹۹۵ء/ص ۱۶۲
۲۰۔ محمد صلاح الدین/ بنیادی حقوق/ ادارۂ ترجمان القرآن لاہور/ص ۲۴۶

## نئے منتخب عہدیداران نے 06-2005 کے لئے اپنے پروگرام کا اعلان
## جس کے اہم نکات یہ ہیں

۱۔ ۳۰ اگست 2005ء کو حلف برداری کی تقریب ہوگی جس میں ''آزادی کی قدر و قیمت اور اساتذہ کی فرائض'' پر فکری بیداری کے فروغ کے لئے توسیع لیکچر کا اہتمام ہوگا۔

۲۔ ستمبر کے اواخر یا نومبر 2005ء کے اوائل میں گرینچ یونیورسٹی ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں سیرت النبی ﷺ کانفرنس بعنوان: ''تبلیغ دین میں تاجروں کا کردار'' منعقد ہوگی۔

۳۔ مارچ 2006ء میں انشاء اللہ حسب سابق ''صوبائی سیرت النبی کانفرنس'' کا انعقاد کیا جائے گا جس میں پورے سندھ سے اسکالرز شریک ہوں گے اردو، عربی، انگریزی، سندھی میں اپنے تحقیقی مقالات پیش کریں گے، اور وزیر اعلیٰ سندھ سے کانفرنس کے افتتاح کی درخواست کی جائے گی۔

۴۔ 2006ء میں عالمی قیام امن کے لئے قومی کانفرنس بعنوان ''عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ باہمی خدشات، امکانات اور تصادم اسوۂ انبیاءؑ اور کتب مقدسہ کے تناظر میں'' منعقد ہوگی جس میں یہودی، عیسائی، ہندو، سکھ و دیگر مذاہب کے پیشواؤں و اسکالرز کو بھی دعوت دی جائے گی۔

۵۔ 06-2005 کی قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنس وفاقی وزارت مذہبی امور اسلام آباد کے لئے سیرت النبی ﷺ پر اساتذہ سے مقالات لکھوائے جائیں گے۔

۶۔ اساتذہ کرام کے نام قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد اور رہنمائے حجاج وخدام الحجاج کے لئے بھیجے جائیں گے۔

۷۔ اپنے سابقہ منشور کے مطابق ہم نے اپنی ویب سائٹ www.auicks.org جاری کردی ہے جس پر اساتذہ کرام کے نام انجمن کی تاریخ اور مجلّہ ''علوم اسلامیہ انٹرنیشنل'' کا ساری دنیا میں مطالعہ کیا جارہا ہے، رشتوں کے مسائل حل کرنے کے لئے ویب سائٹ پر ''میرج بیورو'' کے عنوان سے ایک شعبہ کھولا جارہا ہے۔

۸۔ حکومت سے درخواست کی جائیگی وہ اساتذہ کے لئے زمین/فلیٹ مہیا کرے اور تنخواہوں سے ماہانہ کٹوتی کرے۔

۹۔ خواہش منداساتذہ کے وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، خواتین جناح یونیورسٹی اور ہائر ایجوکیشن کمیشن میں M.Phil/Ph.D کے داخلے کرائے جائیں گے۔

۱۰۔ اساتذہ میں تحقیق وتصنیف کے ذوق کوعام کرنے کے لئے 2005-6ء میں تربیتی نشست کا اہتمام کیا جائے گا۔

۱۱۔ 2005ء میں بھی۔ حسن کارکردگی ایوارڈ، سیرت النبی ﷺ ایوارڈ، یادگاری ایوارڈ دیئے جائیں گے۔

۱۲۔ 2001ء سے پی ایچ ڈی الاؤنس کے حوالے سے مسلسل کوشش کی جارہی ہے 2005-6ء میں بھی تمام پی ایچ ڈی حضرات کو-\5000 الاؤنس اور بقایاجات کی ادائیگی کے لئے کوشش جاری رکھی جائے گی۔

۱۳۔ انٹرمیڈیٹ بورڈ کے چیئرمین کے ساتھ میٹنگ کرکے اس اصول پر عمل کروایا جائے گا کہ سنیارٹی لسٹ کے مطابق ہیڈ اور ڈپٹی بنایا جائے اور جسے ایک دفعہ بنایا جائے اسے خاص مدت تک دوبارہ نہ بنایا جائے۔

۱۴۔ اساتذہ کرام کو کمپیوٹر ٹریننگ کا مختصر کورس کروایا جائے گا، اور سرٹیفکیٹ جاری کئے جائیں گے۔

۱۵۔ ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کا تعلیم وتحقیق نمبر ستمبر 2005ء کے اوائل میں شائع کیا جائے گا۔

۱۶۔ ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل کا سیرت النبی ﷺ نمبر جنوری 2006ء میں شائع کیا جائے گا۔

انشاء اللہ تعالیٰ